# سفرنامۂ پاکستان

## ملاقاتیں

(۱)

سعید احمد اکبرآبادی

اب کراچی میں قیام کے صرف تین دن رہ گئے تھے، اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ ان دنوں کو احباب اور اعزا و اقربا سے ملنے ملانے میں صرف کروں گا اور کوئی اور بیرونی مصروفیت قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ بعض اخبارات کے نامہ نگاروں نے انٹرویو لینے کے لئے فون کیا بھی تو میں نے معذرت کر دی، دوسرے دن صبح کے ناشتہ کے بعد ہی مولانا اور مسعودہ کو کار میں لیکر گھر سے نکل گیا، اور ادریس میناٸی صاحب کا مکان یہاں سے قریب تھا۔ اس لئے پہلے انھیں کے ہاں گیا۔ موصوف امیر مینائی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں لاہور میں ایک بنک کے ڈائرکٹر تھے اب وہاں سے سبکدوش ہو کر کراچی میں مستقلاً رہ پڑے ہیں۔ اون کی بیگم ریاض فاطمہ قاضی مظہر الدین احمد صاحب بلگرامی صدر شعبہ سنی دینیات علی گڑھ یونیورسٹی کی حقیقی بہن اور علی گڑھ سے انگریزی میں ایم اے ہیں میاں بیوی دونوں نہایت لائق و قابل اور دیندار و خوش اخلاق ہیں دونوں کا علمی اور ادبی ذوق بھی بڑا شگفتہ اور پاکیزہ ہے، شعر و ادب کی محفلیں گاہے گاہے اپنی قیام گاہ پر منعقد کرتے رہتے ہیں۔ پانچ برس کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو طبیعت بہت محظوظ ہوئی۔ نصف گھنٹہ کے قریب بیٹھا، ادہر ادھر کی گفتگو رہی پھر اون سے بمشکل اجازت لیکر روانہ ہو گیا۔

ریڈیو اسٹیشن میں | ادریس صاحب مینائی

ریڈیو اسٹیشن میں | مسعودہ ریڈیو اسٹیشن میں بچوں کے پروگرام کی انچارج ہے، اوس سے

ریڈیو والوں نے کہہ رکھا تھا کہ کسی دن اپنے ابا سے ہم سب کی ملاقات کرادو یہاں سے ریڈیو اسٹیشن قریب تھا، اس لئے مسعودہ کی تجویز کے مطابق ریڈیو اسٹیشن آیا، ڈائرکٹر صاحب کے کمرہ میں بٹھادیے سب آگئے۔ ان میں علی حسن صاحب زیبا بھی تھے، تقسیم سے پہلے ہماری ایک بزم احباب تھی، علی حسن زیبا، تابش دہلوی۔ سید محمد جعفری مرحوم نہال سیوہاری مرحوم، سید وزیر الحسن (پنجاب یونیورسٹی لاہور کے مشہور فارسی کے استاد جو چند برس ہوئے ریڈر کی پوسٹ سے ریٹائرڈ ہوگئے ہیں۔ غالب کی کتاب" باغ دودر" کو بڑی تحقیق اور دیدہ دری سے مع تعلیقات و حواشی وغیرہ کے انھوں نے اڈٹ کیا ہے تقسیم سے پہلے دلی کے "اینگلو عربک" کالج میں لکچرر تھے غالب سے متعلق نادر معلومات کا عجیب و غریب ذخیرہ ان کے پاس ہے، میرے عزیز اور مخلص دوست ہیں) اور خدا جانے اور کون کون، ہم سب اس بزم کے ممبر تھے، بزم کا جلسہ ہر اتوار کو باری باری سے کسی ایک رکن کے مکان پر ہوتا تھا، یہاں چائے مع اپنے لوازمات کے ہوتی تھی پھر شعر و شاعری کا دور شروع ہو جاتا تھا، سید محمد جعفری کی نظم "پرانے کوٹ" سب سے پہلے میں نے بزم احباب کے ہی ایک جلسہ میں سنی تھی، ہفتہ میں تین چار گھنٹے کی یہ میٹنگ بڑی دلچسپ، دلکش اور ادبی و شعری اعتبار سے بڑی سنجیدہ اور پرلطف ہوتی تھی اچھے شعرا اور ادبا اس کے ممبر تھے اور بڑے شوق اور پابندی سے اس میں شریک ہوتے تھے، اسی طرح کی ایک بزم احباب کلکتہ میں بھی تھی، وحشت کلکتوی، جمیل مظہری پرویز شاہدی، سالک لکھنوی، رضا مظہری، حسن شہید سہروردی، پروفیسر بیخود ایسے ارباب شعر و ادب اپنے اپنے وقت میں اس بزم کے ارکان تھے، میں کلکتہ میں دس برس رہا۔ اس زمانہ میں ایک رکن کی حیثیت سے میں بھی اس بزم میں برابر شریک ہوتا تھا۔

یاد نہیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں — لیکن اب نقش و نگار طاق نسیاں ہوگئیں (غالب)

اب تقسیم کے بعد زیبا صاحب سے یہ پہلی ملاقات ہوئی تو صحبت دوشینہ کے خیال سے دل کے پرانے زخم پھر ہرے ہوگئے، اثنائے گفتگو میں انھوں نے بتایا کہ بزم احباب پر انھوں نے ایک کتاب شائع کی ہے اور اس میں میرا تذکرہ بھی کیا ہے۔

اس مجمع میں زیبا صاحب اور دو تین آرٹسٹوں کے سوا سب میرے لئے اجنبی تھے اور سب ملے اس تپاک اور جوش و خروش سے کہ گویا برسوں کے شناسا اور دوست ہیں، ڈائرکٹر صاحب نے ریڈیو پر تقریر کی فرمائش کی مگر میں نے وقت کی تنگی کی معذرت کردی۔

**مولوی تنزیل الرحمٰن صاحب ایڈوکیٹ**

یہاں سے رخصت ہوکر مولوی تنزیل الرحمٰن صاحب ایڈوکیٹ کے دفتر آیا- سیرت کانفرنس کے دنوں میں ان سے کئی مرتبہ ملاقات ہوچکی تھی اور ایک مرتبہ مکان پر بھی آچکے تھے، موصوف نے رسمی طور پر عالم نہ ہونے کے باوجود اسلامی فقہ پر اتنا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے کہ عربی میں تو اس نوع کا کام بہت کچھ ہوچکا اور برابر جاری ہے، لیکن ہندوستان اور پاکستان میں کسی عالم کو اس کے کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ کتاب جس کی پانچ جلدیں اب تک شائع ہوچکی ہیں اور اس کی شروع کی تین جلدوں پر برہان میں بھی تبصرہ آچکا ہے، اس کا اصل موضوع تو "فقہ کا تقابلی مطالعہ" ہے لیکن بحث اور تحقیق کے اعتبار سے اردو کے مذہبی ادب میں بالکل ایک نئی اور انوکھی چیز ہے پھر مزاج میں فروتنی اور انکسار اس غضب کا ہے کہ نمود و نمائش اور ہمہ دانی سے کوسوں دور ہیں، میرے نہایت مخلص اور عزیز دوست ہیں، کراچی کے قانون داں اصحاب میں ان کا ایک نمایاں مقام ہے، طبعاً بڑے شگفتہ مزاج اور خوش خلق ہیں۔ ان سے ملکر ہمیشہ بڑی خوشی ہوتی ہے، لیکن افسوس ہے اس وقت وہ دفتر میں موجود نہیں تھے، میں چلا آیا، دفتر پہونچکر ان کو میری آمد کی اطلاع ہوئی

تو اوسی دن شام کو تلافی مافات کے لئے مکان پر تشریف لائے

**پاکستان کے اقانیم ثلاثہ** اللہ کے فضل وکرم سے پاکستان میں علما کثرت سے ہیں جو درس وافتا تصنیف وتالیف یا دین کی تبلیغ واشاعت کا کام خاموشی سے اپنی اپنی جگہ پر کر رہے ہیں اور علم وعمل کے اعتبار سے اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں، لیکن زیادہ شہرت اور ناموری انھیں تین حضرات کو حاصل ہے :۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (جو افسوس ہے اب مرحوم ہوگئے) مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا احتشام الحق تھانوی، ان حضرات سے میرا تعلق یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب میرے استاد ہیں، میں نے دارالعلوم دیوبند میں آپ سے ادب، منطق اور فقہ کی متوسطہ کتابیں پڑھی ہیں، مولانا محمد یوسف بنوری میرے خواجہ تاش یعنی استاد شریک بھائی ہیں ۔ ...... میں نے حضرت شاہ صاحب سے دورہ دیوبند میں اور مولانا محمد یوسف بنوری سے ایک دو سال پہلے پڑھا ہے، مولانا احتشام الحق تھانوی سے اولاً اول تعلق کا آغاز بحیثیت ایک شاگرد کے ہوا، سہارنپور سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد یہ دہلی آئے اور مدرسہ عالیہ فتحپوری کی کلاس مولوی فاضل میں داخلہ لیا۔ میں اس زمانہ میں مدرسہ کی مولوی فاضل اور منشی فاضل کلاسوں کا سینیر مدرس تھا۔ ایک برس کے بعد یہ مدرسہ سے چلے گئے، لیکن تعلق نہ صرف ان سے بلکہ ان کے بڑے بھائی عزیز الحق صاحب سے بھی بڑھتے رہے اس بنا پر ان تینوں حضرات سے بھی ملاقات ضروری تھی ۔

**مولانا محمد یوسف بنوری** مولانا سے سیرت کانفرنس میں دو تین مرتبہ ملاقات ہوچکی تھی، جس دن کانفرنس ختم ہوئی ہے اوس کے دوسرے دن انھوں نے صبح کے ناشتہ کی دعوت کردی، دعوت حسب معمول نہایت پر تکلف اور الوان نعمت سے مزین تھی، مولانا قاری محمد طیب صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ مولانا محمد ادریس

صاحب میرٹھی اور مولانا محمد طاسین صاحب بھی موجود تھے، ان سے ملکر بڑی خوشی ہوئی، اول الذکر تقسیم سے پہلے دہلی میں میرے نہایت عزیز اور ہم پیالہ و ہم نوالہ دوست تھے۔ دیوبند سے میرے ساتھ فراغت پائی تھی، اپنی ذہانت محنت اور پختہ استعداد کے باعث طلبا میں ممتاز تھے دہلی میں مدرسۂ صدیقیہ میں مدرس تھے، ہر فن کی کتاب فن پر حاوی ہو کر پڑھاتے تھے، برہان کے ابتدائی دور میں استراسلیات پر ان کا محققانہ مقالہ قسط وار کئی مہینوں تک نکلتا رہا تھا اور ارباب علم میں بڑا مقبول ہوا تھا۔ آج کل مولانا بنوری کے مدرسہ میں حدیث کے استاد اور مدرسہ کے معاملات میں مولانا کے دست راست اور اُن کے رفیقِ خاص ہیں۔ چنانچہ مولانا بنوری سال میں دو مرتبہ حجاز مقدس جاتے ہیں ایک مرتبہ ماہ رمضان گذارنے کے لئے اور دوسری مرتبہ حج کے لئے تو مولانا محمد ادریس صاحب بھی اون کے رفیق ہوتے ہیں۔ مولانا محمد طاسین بھی اسی مدرسہ میں استاد ہیں، ابھی جوان عمر اور جوان سال ہیں مگر علمی استعداد بڑی پختہ ہے۔ مطالعہ وسیع ہے تحقیق کا ذوق فطری ہے پھر طبیعت میں بڑی سلامت روی اور سنجیدگی ہے البینات انھیں کی ادارت میں نکلتا ہے، مولانا بنوری کے داماد بھی ہیں، مگر افسوس دو برس ہوئے مولانا کی بڑی قابل اور لائق و فائق دختر نیک اختر کا انتقال ہو گیا۔

مولانا محمد یوسف بنوری عہد حاضر کے بلند پایہ عالم اور نامور محقق و مصنف ہیں پھر یکفتی نہیں بلکہ علوم نقلیہ و عقلیہ دونوں میں استعداد نہایت پختہ ہے، اردو میں بھی خوب لکھتے اور بولتے ہیں مگر رشاقت اور زور بیان اون کی عربی میں ہے اردو میں نہیں۔ دس بارہ برس سے سنن ترمذی کی شرح لکھ رہے ہیں، میرے پاس اس کی چار جلدیں ہیں، اس وقت میں نے پوچھا، آثار السنن (شرح کا نام) کی کوئی اور جلد شائع ہوئی؟ بولے: جی ہاں! پانچویں جلد شائع ہو گئی ہے۔ لیکن

ساتھ ہی حسرت اور افسوس کے ساتھ کہا: مگر اب ضعف کے باعث لکھا نہیں جاتا۔ میں نے قلم رکھدیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بمبئی کی جوانمرگی اور مستقل عوارض واسقام نے اون کی صحت کو سخت متاثر کیا ہے، وہ رواں دواں اب بھی رہتے ہیں مگر صرف ہمت کے سہارے کراچی میں مولانا کا قائم کردہ مدرسۂ عربیہ ہندو پاک کے مدارس میں اپنی شان سب سے الگ ہی رکھتا ہے۔ جامع ازہر، قاہرہ کے طرز پر ایک عالیشان مسجد ہے اور اوس کے اطراف میں اوس سے متصل ہی کشادہ، اور نئے طرز کی عمارتیں ہیں، جن میں درس گاہوں کے علاوہ طلبا کے لئے ہوسٹل اور اساتذہ کے مکانات وغیرہ ہیں۔ اس مدرسہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں افریقہ، یورپ وامریکہ، جنوب مشرقی ایشیا، سنیٹرل ایشیا، اور مشرق وسطی کے طلبا کی جو تعداد یہاں موجود رہتی ہے، غالباً کسی اور مدرسہ میں نہیں ہوتی ۶۹ء میں جب میں نے مدرسہ دیکھا تھا ان بیرونی طلبار کی تعداد دو سو کے لگ بھگ تھی، لیکن اب یہ تعداد بڑھ کر چار سو ہو گئی ہے۔ اور ان طلبا کے لئے تین لاکھ کا ایک نیا ہوسٹل ابھی حال میں تعمیر ہوا ہے جس میں طلبا کو اپنے اپنے ملک کے طریق رہائش اور معیار زندگی کے مطابق رہنے سہنے اور کھانے پینے کی سہولتیں حاصل ہیں پھر ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی اعلیٰ ہے۔ کتب خانہ بھی اس مدرسہ کا عظیم الشان ہے، ہر سال ہزاروں کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ مولانا ہر سال دو مرتبہ حجاز جاتے ہی ہیں، ہر سفر میں کتابوں کے بلندے اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ اس مدرسہ کے لئے نہ چندہ کیا جاتا ہے اور نہ اس کی امداد کی اپیل کبھی شائع ہوتی ہے اگر از خود کوئی دے تو اسے قبول کر لیا جاتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ زکوۃ نہ ہو۔ اس کا نصاب بھی نسبتہً مختصر مگر خاص قسم کا ہے، غرض کہ عجیب وغریب مدرسہ ہے میں اس سے بہت متاثر ہوا۔

**مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ**

ایک روز ٹیلیفون پر گفتگو اور وقت مقرر کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ۱۹۶۹ء میں ملاقات نہ ہو سکی تھی، کیوں کہ آپ اون دنوں میں قلب پر حملہ کے باعث شفا خانہ میں داخل تھے۔ اور ملاقات ممنوع تھی اس لئے تقسیم کے بعد پہلی ملاقات تھی حسب عادت بڑی شفقت اور توجہ سے پیش آئے، حضرت مفتی صاحب کے ایک صاحبزادہ مولوی محمد تقی عثمانی ہیں، جو باقاعدہ عالم دین ہونے کے ساتھ ایم، اے ال، ال، بی بھی ہیں، تصنیف و تالیف کا ذوق بڑا سنجیدہ ہے، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب خلافت وملوکیت پر انھوں نے "البلاغ" میں جو مسلسل تنقید کی ہے اور پھر مولانا رحمت اللہ صاحب کی "کتاب اظہار الحق" کے اردو ترجمہ کے لئے بہ طور مقدمہ کے ایک کتاب جو انھوں نے "بائبل سے قرآن تک" کے نام سے لکھی ہے میں نے ان دونوں کا مطالعہ کیا ہے اور میں واقعی اون کی تحقیق اور سنجیدہ نگاری سے بہت متاثر ہوا۔ اس وقت میں نے حضرت مفتی صاحب سے اون کے صاحبزادہ کی تعریف کی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ قرآن مجید میں صاف مذکور ہے کہ حضرت موسی اور حضرت ہارون جب فرعون کے پاس جانے لگے تو اللہ تعالی نے اون کو حکم دیا: وقولا لہ قولاً لیناً، تم دونوں فرعون سے نرم نرم باتیں کہنا، مگر اس صاف وصریح حکم کے باوجود، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا، ہمارے علما کا عمل عموماً اس کے خلاف ہے، یہ بڑے افسوس کی بات ہے اور اسی سے کلمۂ حق کا بھی اثر نہیں ہوتا اس کے بعد فرمایا: "خدا آپ کو خوش رکھے ماشاء اللہ آپ کی تحریریں بھی شرافت قلم کا نمونہ ہوتی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کو ڈاکٹروں نے تاکید کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ آرام کریں اور باتیں کم کریں۔ لیکن اس وقت آپ پر نشاط کی کیفیت طاری تھی اور

ہمہ تن متوجہ ہوکر گفتگو کر رہے تھے، یوں بھی چہرہ پر کچھ سوجن نظر آرہی تھی، اس سے مجھے خوف معلوم ہوا - اس لئے میں قصداً جلد ہی اٹھکر رخصت ہوگیا -

**جناب حافظ قاری محمد یعقوب صاحب**

یہاں سے رخصت ہوکر جناب قاری محمد یعقوب صاحب کے مکان قاری منزل، ملیر کراچی آیا - یہاں کل آکر ملاقات کر گیا تھا، اس وقت دوپہر کے کھانے پر مدعو تھا، جناب قاری صاحب اعلیٰ درجہ کے قاری محمد اسحٰق صاحب میرٹھی متوفی ۱۳۶۴ھ کے فرزند ارجمند ہیں - حضرت قاری صاحب اعلیٰ درجہ کے قاری اور حافظ ہونے کے ساتھ بلند پایہ عالم بھی تھے، اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی متوفی ۱۳۴۷ھ (مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کے والد ماجد) سے بیعت آپ کے خاص خلیفہ مجاز اور سراپا اخلاق و مکارم اور ہمہ تن ورع و تقویٰ و انابت الی اللہ تھے

مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی متوفی ۱۳۸۵ھ اولاً حضرت مفتی صاحب سے بیعت تھے، آپ کی وفات کے بعد حضرت قاری صاحب سے رجوع کیا اور برسوں کی محنت و ریاضت کے بعد حضرت قاری صاحب کے خلیفہ مجاز ہوکر حجاز شریف لے گئے، وہاں اس سلسلہ (نقشبندیہ) کی بڑی تبلیغ و اشاعت کی اور ہزاروں بندگان خدا کو روحانی فیض پہونچایا -

تقسیم سے پہلے حضرت قاری محمد اسحٰق صاحب اپنی تمام اولاد کے ساتھ دہلی میں پل بنگش میں رہتے تھے اس لئے ہم لوگوں سے فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی حضرت قاری صاحب کے مرشد زادہ تھے اس لئے ان سے تو اس پورے گھرانہ کا خاص تعلق تھا ہی حضرت قاری صاحب مجھ پر بھی غیر معمولی شفقت اور توجہ فرماتے تھے، اس سے اندازہ ہوگا کہ جناب قاری محمد یعقوب صاحب کی نسبت کتنی اعلیٰ ہے اور اس خانوادۂ رشد و ہدایت کے ساتھ میرے اور

مفتی صاحب کے تعلق کی کیا نوعیت ہے۔

یہ دیکھکر سخت افسوس ہوا اور تعجب بھی کہ کئی مہینے ہوئے قاری محمد یعقوب صاحب کے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی جس کے باعث وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے لیکن اس کے باوجود وہ آپریشن اس لئے نہیں کراتے کہ شفاخانہ میں داخل ہونا ہوگا اور برہنگی ہوگی، ہر وقت مسہری پر دراز رہتے ہیں، مگر نہایت خوش وخرم اور ہشاش بشاش! میرے لئے یہ نیا تجربہ تھا اس لئے بڑا تعجب ہوا۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ پورا گھرانہ قاریوں کا ہے چنانچہ قاری محمد یعقوب صاحب کے بھی سب فرزند قاری ہیں اور خوش حال ہیں۔

**مولانا احتشام الحق تھانوی** | مولانا سے ٹیلیفون پر گفتگو ہوئی تو انھوں نے کہا: میں آپ کے پاس آرہا ہوں، مکان کا پتہ بتادیجئے۔ میں نے جواب دیا آپ نہ آئیں، میں خود ہی آرہا ہوں، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں پہونچ گیا، حسب معمول مسکراتے ہوئے بغلگیر ہو گئے، موصوف پاکستان کے بلند پایہ مقرر اور خطیب ہیں، میں جس سال جنوبی افریقہ گیا تھا اوس سے ایک برس پہلے یہ اس ملک کا دورہ اور جگہ جگہ تقریریں کر چکے تھے، میں گیا تو وہاں کے لوگوں نے ان کے وعظ تقریر کی عام طور پر تعریف کی مولانا کی گفتگو اور بات چیت بھی بڑی دلچسپ اور پر لطف ہوتی ہے، پاکستان کی سیاست کا ذکر آیا تو کہنے لگے، میں مسٹر بھٹو سے بار بار کہہ چکا ہوں کہ ملک سے غریبی دور کرنے اور ملک کو افراطِ زر کی لعنت سے محفوظ رکھنے کے لئے کیا اسلام کے احکام اور اس کی تعلیمات کچھ کم ہیں جو آپ سوشلزم کا بار بار نام لیتے ہیں؟ لیکن یہ بات مسٹر بھٹو کی سمجھ میں نہیں آئی، اس کا نتیجہ خود اون کے حق میں اچھا نہیں ہوگا، ۶۹ء میں جب میں کراچی آیا تھا تو مولانا نے ایک ہوٹل کے زیر انتظام ایک شاندار استقبالیہ

دیا تھا جو نہایت پر تکلف تھا اور جس میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر، اساتذہ
علماء، ارباب صحافت اور سرکاری افسران و تجار، غرض کہ ہر طبقہ کے حضرات
موجود تھے، اس موقع پر جو انھوں نے تقریر کی تھی اوس کے فقرہ فقرہ سے میرے
ساتھ اون کو جو تعلق ہے اوس کا اظہار ہوتا تھا، فجزاہُ اللّٰہُ عنی جزاءً خیراً

پروفیسر احسان رشید ۔ پہلے کراچی آیا تھا تو کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر
دلی کے میرے ہم پیالہ اور ہم نوالہ دوست ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی تھے، انھوں نے
"اسلامک سوشیالوجی" پر یونیورسٹی میں میری تقریر بھی کرائی تھی، اس مرتبہ کراچی گیا
تو معلوم ہوا کہ پروفیسر احسان رشید وائس چانسلر ہو گئے ہیں، موصوف پروفیسر رشید احمد
صاحب صدیقی مرحوم (علی گڑھ) کے صاحبزادہ ہیں، اس لئے اون سے اور اون کے
خاندان سے دیرینہ تعلقات ہیں، احسان رشید صاحب اکانومکس کے آدمی
ہیں مگر نہایت قابل، ذہین اور معاملہ فہم وہ ان دنوں میں کراچی سے باہر تھے
اس لئے اون سے ملاقات کی توقع نہیں تھی، لیکن اتفاق یہ ہوا کہ جس دن دوپہر
کے ہوائی جہاز سے کراچی سے لاہور کے لئے میں روانہ ہونیوالا تھا، اوس سے
ایک دن پہلے شام کے وقت وہ سفر سے واپس آگئے۔ دوسرے دن پہلے
مجھے ٹیلیفون کیا اور تھوڑی دیر بعد خود پہونچ گئے۔ ملکر بڑی خوشی ہوئی، لیکن
ایک گھنٹہ کے بعد میں ایرپورٹ کے لئے روانہ ہونے والا تھا، سامان رکھا
جا رہا تھا، اس لئے ملاقات بڑی روا روی میں ہوئی۔

ان حضرت کے علاوہ اعزا و اقربا ئیں جو دعوتیں ہوئیں اون میں بھی بہت
سے احباب سے ملاقات ہوئی۔ مثلاً مسٹر سعد اللہ سابق چیرمین پبلک سروس کمیشن
پاکستان، مسٹر سید محمد قاسم سابق سکریٹری وزارت تجارت (اول الذکر مونا
کے حقیقی بھائی اور دوسرے مونا کے بہنوئی ہیں) محترمہ فریدہ بیگم بیوہ میر اعظم

مرحوم سابق وزیر پاکستان"، پھر بھی بہت سے احباب اور بعض عزیز رہ گئے جن سے ملاقات نہ ہوسکی، مثلاً ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر ریاض الاسلام، جناب بزمی انصاری، حمیدالدین شاہد، جمال حسن شیرازی، مجنون گورکھپوری، سیدہ عقیلہ شمس الدین احمد، یوسف بخاری، سید الطاف علی بریلوی، پروفیسر میمنی عبدالعزیز سید محمد ابراہیم، وغیرہ وغیرہ۔

۲۱ مارچ بروز اتوار کے لئے لاہور کے واسطے ہوائی جہاز میں پہلے سے ریزرویشن کرالیا تھا۔ جہاز کو ایک بجے روانہ ہونا تھا۔ قاعدہ کے مطابق ایک گھنٹہ پہلے ایرپورٹ پر پہونچ گیا۔ عزیز مردوں اور خواتین کا ہجوم تھا۔ جب کسٹم میں جانے لگا تو سب پر رقت طاری ہوگئی اور آبدیدہ ہوگئے میری ایک نواسی شاہین کی تو گھگی بندھ گئی، میری آنکھیں بھی نم ہوگئیں، سب کو جلدی سے خدا حافظ کہا اور اندر داخل ہوگیا۔ . . . (باقی)


## حیات مولانا عبدالحی

مولفہ: جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب

سابق ناظم ندوۃ العلماء جناب مولانا حکیم عبدالحی حسنی صاحب رح کے سوانح حیات علمی ودینی کمالات وخدمات کا تذکرہ اور ان کی عربی واردو تصانیف پر تبصرہ آخر میں مولانا کے فرزند اکبر جناب مولانا حکیم عبدالعلی رح کے مختصر حالات بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت ۱۲/۵۰ بلاجلد

ملنے کا پتہ: ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی